فنونِ لطیفہ، اقبال کی نظر میں

انجم مبین[1]

Abstract:

"Art means a quality or having the skill of performing a function. Fine art reflects the spirit of culture and civilization of a nation on society. Mental development, ideological growth or aesthetic sense of a nation can be measured by means of its fine arts since they reflect the group of people who practice them. Five forms of fine arts include: Poetry, Music, Painting, Sculptor and Dance.

Allama Iqbal's poetry is based on the ideology of literature for life. He believes that art form should represent life and propagate positive values of life. His views about art forms are obvious in his miscellaneous works including his prose writings, his poems and particularly in his books Zarab-e-Kaleem, Zaboor-e-Aajam and Israr-e-Khudi."

فن سے مراد ہنر ،جو ہر یا کسی کام میں مہارت رکھنے کے ہیں۔ جبکہ لطیفہ عربی صفت لفظ لطیف کی مونث ہے۔فنون کو لطیفہ کے سا تھ ملانے سے مرکب توصیفی بنا ۔اردو میں بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔

فنون لطیفہ کے لیے انگریزی میں(Fine Arts) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔اردو میں اس کا متبادل لفظ فنونِ شائستہ بھی ہے ۔لیکن رائج فنونِ لطیفہ ہی ہے گویا فنونِ لطیفہ انسان کی جمالیاتی حس کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ (۱)

فنون لطیفہ کسی قوم یا معاشرے کی تہذیب و ثقافت کی روح ہوا کرتے ہیں اگر کسی ملک یا قوم کے افراد کی ذہنی نشوو نما ،فکر بالیدگی یا ذوق جمال کا اندازہ لگانا ہو تو فنون لطیفہ اس قوم یا معاشرے کا بہترین ہم آئینہ ہوتےہیں۔

جن میں اس قوم کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔

فنونِ لطیفہ پانچ اقسام کے ہیں:

شاعری ،موسیقی،مصوری ،سنگتراشی اور رقص۔

فرانس میں کھانا پکانابھی فنونِ لطیفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔جدید دور میں ڈراما فلم اور عمارت سازی کو بھی فنونِ لطیفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔آرٹ یا فن کے بارے میں خالدہ جمیل بیان کرتی ہیں۔

> ’’تخلیقِ حسن کا دوسرا نام آرٹ ہے ۔فنونِ لطیفہ کے حوالے سے حسن کی یہ تخلیقِ خشت و سنگ کے وسیلے سے ظاہر ہو ،تو اس کا نام فنِ نقش گری یا فنِ تعمیر ،خطوط اور رنگوں کے ذریعے ہو، فن مصوری ،بد ن کا لو چ اور حرکات وسکنات کی مدد سے ہو، توفنِ رقص،صوت و نغمہ کے توسط سے ہو، تو فنِ موسیقی اور حروف و الفاظ کی مدد سے ہو،تو ادب ہوگا۔ اگر ادب میں صوت و صورت کی وہ صفات بھی شامل ہو جائیں جن کا تعلق مصوری و مو سیقی سے ہے تو پھر تخلیقِ حسن کا یہ عمل فنِ شاعری کہلائے گا۔‘‘(۲)

فنونِ لطیفہ کسی قوم یا معاشرے کی تہذیب و ثقافت کی روح ہوا کرتے ہیں۔کسی ملک یا قوم کے افراد کی ذہنی نشوونما۔ فکری بالیدگی یا ذوقِ جمال کا انداز لگانا ہو تو اس قوم کے فنون لطیفہ کے معیار سے لگایا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں جب طاقتور ملک بزور طاقت کمزور ملک پرقبضہ کر تا تھا۔تو مفتوح قوم کےفنون کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا جاتا تھا۔ اور یوں وہ قوم مکمل طور پر فاتح قوم کے زیر نگیں آ جاتی تھی۔لیکن جدید دور میں جنگیں ہتھیا روں سے نہیں لڑی جاتیں۔بلکہ نفسیاتی و نظریاتی حربوں کے ذریعے لڑی جاتی ہیں اور نظریاتی حربوں سے کسی قوم تک گرفت

---

[1]لیکچر ار شعبہ اردو، نمل ، اسلام آباد

حاصل کی جاتی ہے ہے۔پھر ثقافتی و تہذیبی یلغار کے ذریعے کسی قوم کے فنون کو بھی زیر نگیں لایا جاتاہے۔موجودہ دور میں پاکستان کی مثال ہمارے سامنے ہے، جو مختلف نفسیاتی و نظریاتی سطح پر کشمکش سے دو چا ر ہے۔

انیسو یں صدی کے آغاز میں یورپ کے ادبی حلقوں میں ادب برائے فن اور فن برائے فن کی بحثوں کا آغاز ہوا۔ فن برائے فن کے حامیوں کا کہنا تھا۔

''فن بذاتِ خودآزاد ہے اس لیے یہ کسی بھی قسم کے مقصد کے حصول کا ذریعہ کیسے ہو سکتاہے لہذا فن کے ہوتے ہوئے دوسرے کسی مقصد کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ''(۳)

اس کے بر عکس فن کے ساتھ ساتھ مقصدیت کا رجحان نمایاں ہے ۔یہ رویہ بیسوی صدی کے ربع آخر میں سامنے آیا ۔اس کی اصطلاح بعدمیں وضع ہوئی ہر شاعر ،ادیب، عالم اور صوفی کے نزدیک

'' فن زندگی کی ترجمانی کا نام ہے۔'' (۴)

علامہ اقبال نے اپنے شعری سفر کا آغاز جس دور میں کیا اس دورمیں یہ دونوں نظریات فن برائے فن اور برائے مقصد اپنے عروج پر پہنچ چکے تھے۔ہر بڑے شاعر کی طرح اقبال بھی فن کے بارے میں ایک مخصوص نظریےکے حامل تھے ۔اقبال کے کلام میں واضح طور پر مذکورہ بالا دونوں نظریات کے بجائے زندگی کی صراحت ملتی ہے ،یہی وجہ ہے کہ اقبال فن کو ایک ادرش کے طور پر لیتے ہیں اور اس کی معنویت کو زندگی کے لازمی جز وکی حیثیت دیتے ہیں ۔اس ضمن میں اقبال نے سید سلیمان ندوی کو ایک خط میں لکھا:

''شاعری میں لٹریچر برائے لٹر یچر کبھی میرا مطمع نظر نہیں رہاکہ فن کی باریکیوں کی طرف توجہ کرنے کےلیےوقت نہیں مقصود صرف یہ ہے--- عجب کہ آئندہ نسلیں مجھے شاعر تصور نہ کریں۔''(۵)

اقبال کے نظریہ فن کو ان کی بیشتر تحریروں ،نظموں اور منفرد اشعار میں تلاش کیا جا سکتا ہے علامہ اقبال نے یوں تو نظم و نثر اردو،انگریزی اور فارسی میں فن کے حوالے سے اظہار خیال کیا ہے۔مگر بالخصوص ،ضربِ کلیم زبورِعجم اوراسرارِ خودی میں فنونِ لطیفہ پر کئی پہلوؤں سے نکتہ چینی کی ہے۔ علامہ اقبال نے زبورِعجم میں غلام قوموں کی موسیقی و مصوری کے بارے میں مفصل بحث کی ہے ۔جبکہ اسرارِ خودی میں شاعری اور اس کے موضوعات **"حقیقت شعر واصطلاح ادبیات اسلامیہ''** کے عنوان سے بیان کیے ہیں اور تقریباً تیس کے قریب اشعار میں عہد زوال میں لکھی گئی شاعری کی تردید کی ہے اور اس کے ساتھ ہی اقبال نے اصل شاعری کے اعلیٰ معیار کو موضوع بحث بنایا ہے۔مثلاً:

سینا شاعر تجلی راز حسن
خیزداز سینائے اُو انورِ حُسن
از دمش بلبل نوا آموخت است
سوز اُو اندر دل پروانہ ہا
بحروبر پوشید در آب و گلشن
صد جہان تازہ مضمر درد

اقبال کے فنونِ لطیفہ میں کچھ عوامل جن کی موجودگی کو ضروری سمجھا گیا ہے ان میں:

۱۔فن میں زندگی کی عکاسی
۲۔ فن کا خودی کے تابع ہونا
۳۔ فطرت کی نقالی سے اجتناب
۴۔غلا می فن کے لیے زیر قاِتل
۵۔فن کا جمال وجلال کی صفت سے معتصف ہونا
۶۔خدادصلاحیت
۷۔فن کی دلآویزی

۱۔ فن میں زندگی کی عکاسی

اقبال زندگی کے بارے میں ایک مربوط نظام فکر رکھتے تھے وہ با مقصد زندگی کے قائل تھے اقبال نے زندگی اور فن کے رشتے میں حیات کو ایک بلند مقام دیا اور یہی احساس زندگی اور کائنات کے بارے میں ان کے تصور کا مرکزی نقطہ بھی ہے اور ان کےنظریہ فن کی بنیاد بھی ۔سید وقار عظیم اپنے مضمون اقبال کا نظریہؑ فن میں لکھتے ہیں:

"اقبال جب زندگی اور فن کے باہمی ربط کا ذکر کرتے ہیں تو انسان کے اصلی منصب اور اس منصب کے حصول اور تکمیل کی ساری منزلوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ان کے نزدیک ہر فن کا مقصد زندگی کی تاریکیوں میں نور بھرنا اور انھیں زیادہ سےزیادہ حسین بنانا،اسے حیات ابدی کا سوز بخشنا ،اسے انقلاب کی لذتوں سے آشنا کرنا اورہر آن ایک نئے دور کی جستجو۔''(۶)

اقبال کے نزدیک فن کو زندگی کا عکاس اور نقاد ہونا چاہیے ۔جو فن زندگی کے ارتقا اس کی اصلاح اور بہتری میں معاون ثابت نہیں ہوتا وہ ناقص فن ہے ۔زندگی اور فن کے مابین ایسا تعلق ہے جس کے بغیر فن کا سرے سے وجود میں آنا ممکن ہی نہیں۔فن مین زندگی کا بحیثیت موضوع ہونا کافی نہیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ فن زندگی کو سمجھے اس کا مشاہدہ کرےاور اس کی ترتیب و تشکیل میں مدد دے یعنی زندگی ہی وہ کسوٹی ہے جس پر نقدِ سخن کو پرکھناضروری ہے۔اقبال کے نزدیک فن کی افادیت یہ ہے کہ ان کے خیال مین ایسا فن جو کی قوم کی عملی صلاحیتوں کو کمزور کرنے والا ہو۔اس پر حکومت کی طرف سے پابندی ہونی چاہیے کیونکہ اقبال زندگی کے شاعر ہیں اور فن کو اس کا خادم قراردیتے ہیں۔انھوں نے زندگی اور فن کے رشتے کی وضاحت یوں کی ہے:

علم و فن از پیش خیران حیات
علم و فن ازخانہ زدان حیات

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ ہنر کیا

اے میان کیسہ ات نقدِسخن
برعیارِ زندگی اُو رابزن

گویا اقبال زندگی اور فن میں صداقت اور سوزواثر کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

۲۔فن کا خودی کے تابع ہونا

جہاں تک اجتماعی زندگی کا تعلق ہے اقبال چاہتے ہیں کہ فن کی بنیاد انقلاب انگیز قوت پر مبنی ہونی چاہیے۔خودی اقبال کے نظریات کا مرکزی نکتہ ہےن یہی وجہ ہے کہ اقبال فنون لطیفہ کو بھی زندگی کے ساتھ خودی کا تابع دیکھنا چاہتے ہیں ۔ وہ فنون لطیفہ کے ہر پہلو پر تصورِ خود ی کی روشنی میں بحث کرتے ہیں۔اس لیے انھوں نے اسراخود ی کا ایک پورا باب اس موضوع پر تحریر کیا کہ ادب اور فنون لطیفہ میں حسن کا پہلو ضرور ہو۔لیکن اس میں خودی کے مخالف جذبات نہ ہوں۔اقبال اپنی نظم تواتر میں خودی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

تری خودی سے ہے روشن ترا حریم وجود
حیات کیا ہے اُسی کا سرور سوز و ثبات
حریم ترا خودی غیر کی! معاذ اللہ
دوبار زندہ نہ کر سکا کاروبارِ لات و منات

(کلیات شاعر مشرق ۔ضرب کلیم ص 320)

اقبال فنون لطیفہ کی مر وجہ ر سم و راہ کے قائل نہیں وہ صرف انھی چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں۔جن کا مقصد تعمیرِ خودی اورفروغِ حیات ہو۔ ضربِ کلیم میں دین و ہنر کے عنوان سے یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

سرُودو شعر و سیاست ، کتاب و دین و ہنر
گوہر ہیں ان کی گرہ میں تمام یک دانہ
اگر خودی کی حفاظت کریں تو عین حیات
نہ کر سکیں تو سراپا فسوں و افسانہ

اقبال کے نزدیک خودی کا شناسا ہر آن نئے جہاں کی تسخیر کا متمنی ہوتا ہے اور فنکار کا فن نئے جہا نوں اور نئے زمانوں کاترجمان اور مفسر ہوتا ہے خودی کی منازل ایک فنکار کو پیغبری اور آ دم گری کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں۔

۳۔فطرت کی نقالی سے اجتناب

اقبال کے تصور فن میں تخلیق کو بنیادی اہمیت حاصل ہے وہ محاکات(Imitation) اور تخلیق میں فرق روا رکھتے ہیں۔وہ نقالی اور تقلید کو سخت ناپسند کرتے تھے۔اقبال فطرت کی محض نقالی کو کوئی کارنامہ نہیں سمجھتے کیونکہ فطرت تو اپنے پورے جوبن کے سا تھ موجود ہے۔ اس کی نقالی وقت کا ضیاع اور بے سود ہے کیونکہ یہ انسان کی رہنمائی کسی عظیم مقصد کی طرف نہیں کرتی انسان کا اصل منصب تو تخلیق ہے تخلیق خدائی صفت ہے انسان جب خودی کی اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے توروحانی سطح پر تخلیقیت کا اہل قرار پاتا ہے۔ اقبال فنکار کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ آپ کا کام فطرت سے ہم آہنگی کے بجائے تخلیقی ہونا چاہے کیونکہ فنکار کا کام فطرت سے ہم آہنگ ہونا نہیں ہے اس قسم کا فنکار محض فطرت کی نقا لی کے بجائے دریوزہ گری کرتا ہے فنکار کا کام یہ ہے کہ فطرت کی نقالی کے بجائے اپنی تخلیقی صلاحتیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دنیا ئے نو کی تعمیر کرے تسخیر کائنات کرے اور اپنے وجود کے رازوں کو آشکارکرے نئے جہانوں کی جستجو اور نئے دور کا پیغام دے۔

غزل آں گو کہ فطرت ساز پردہ گرداند
چہ آید زاں عزل خوانی کہ با فطرت ہم آہنگ است

اقبال کے نزدیک فنکارفطرت سے مستعار نہیں لیتا بلکہ اس میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔اقبال فطرت کی غلامی کے سخت خلاف تھے ۔

فطرت کی غلامی سے کر آزاد ہنر کو
صیاد ہیں مردانِ ہنر مند کو نخچیر

۴۔ فن کے لیے غلامی زہرقاتل

اقبال غلامی کو فن کے حق میں زہر قاتل قرار دیتے ہیں۔اس لیے کہ غلامی کی فضا انسانی فکرونظر کو محدود کر دیتی ہےکیونکہ زوال اور پستی کا شکار انسان صحیح معنوں میں حقیقت کا مشاہدہ نہیں کر سکتا ۔فنکار اگر حقیقت کا مشاہدہ نہ رکھتا ہو تو اس سرمائے سے محروم ہو جاتا ہے جو فطری ،جذباتی اور تخلیقی عمل کی بنیاد ہے لیکن بڑا فنکار ایک جہانِ نو کی تسخیر کا طالب ہوتا ہے اور نئے جہا نوں کی تسخیر اس کے فکرونظر کو بالید کی بخشتی ہے۔

شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

جس سے دل دریاِ متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرہ نسیاں وہ صدف کیا وہ گوہر کی

۵۔فن کا جمال وجلال کی صفت سے معتصف ہونا

اقبال اپنے نظریہ فن میں جمال و جلال کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں جمال و جلال اللہ کی صفات ہیں۔اقبال جمال کو جلال کا روپ سمجھتے ہیں اقبال کے نزدیک وہی فن متاثر کُن ہوتا ہے جس میں جمال کے ساتھ جلال بھی جھلکتا ہے جمال سے مراد خوبصورتی اور جلال سے مراد تاثیر پر رُعب یا پُر اثر کے ہیں۔

بقول اقبال:

دلبری بے قاہری جادو گری است
دلبری با قاہری پیغمبری است
ابتدائے عشق و مستی قاہری است
انتہائے عشق و مستی دلبری است

اپنے اسی نقطہ نظر کے باعث اقبال اپنی نظم جلال و جمال میں کہتے ہیں:

نہ ہو جلال تو حسن و جمال بے تاثیر
نزا نفس ہے اگر نغمہ ہو نہ آتش ناس
مجھے سزا کے لیے بھی نہیں قبول وہ آگ
کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و سرکس و بے باک

اقبال کے نزدیک ایک پہلو جلال کا ہے تو دوسرا جمال کا لیکن ان دونوں صفات میں کو ئی تضاد نہیں ہے۔ اس طرح فن کا کمال یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں پہلو ایک وحدت کی صورت میں ہوں ۔مسجد قرطبہ میں اقبال کو فن کی یہ خوبی نظر آئی اس لیے انھوں نے کہا کہ مرد مومن اور مسجد قرطبہ میں جلال و جمال کی صفات مشترک ہیں۔

۶۔ خداد صلاحیت

کوئی بھی فنکار اکتسابی طور پر فنکار نہیں ہوتا بلکہ یہ خداداد صلاحیت ہوتی ہے لیکن اقبال کے نزدیک یہ فن کا کمال محنت اور لگن میں ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ قیمتی پتھر کانوں میں فطرت ہی پیدا کرتی ہے۔مگر ہیرا تراشے بغیر ہیرا نہیں بنتا۔کوئی بڑا فنکار فطری صلاحیت سے بڑا نہیں بنتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ شوق محنت اور لگن ضروری ہے۔معیاری فن کے لیے مطالعے مشاہدے اور محنت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

۷۔فن کی دلآویزی

اقبال فن کے لیے دلآویزی کو بھی ضروری سمجھتے ہیں جو فن کار بلند نصب العین نہیں رکھتا اس کا فن افسردگی کا باعث بنتا ہے وہ قوموں کی صلاحیتوں کو بیدار نہیں کرتا۔تو ان میں جوش و جذبہ پیدا نہیں کرتا انہیں عمل کی طرف ما ئل نہیں کرتا تو ایسے فن کے لیے خاموشی بہتر ہے اقبال نے عجم کی دلآویزی میں عرب کا سوز جنوں داخل کیا ہے۔ بقول اقبال:

ہے شعر عجم طرب ناک و دلآویز
اس شعر سے ہوتی نہیں شمشیر خودی تیز
افسردہ اگر اس کی نواسے ہو گلستاں
بہتر ہے خاموش رہے مرغِ سحر تیز

بنیادی طور پر فنون لطیفہ پانچ ہیں:

شاعری،موسیقی ،رقص،مصوری،سنگ تراشی

موجودہ دور میں ڈرامے اور عمارت سازی کو بھی فنون لطفیہ کا اہم جزو سمجھا جاتا ہے۔

اقبال کے نزدیک فن سوزو خلوص کے بغیر اپنے اظہار میں مکمل اور کامیاب نہیں ہو سکتا اس کو انھوں نے خون جگر سے تعبیر کیا ہے اقبال ''مقالات اقبال'' میں فن کے بارے میں کہتے ہیں۔

''میرا عقیدہ ہے آرٹ یعنی ادبیات شاعری یا مصوری یا موسیقی یا معماری ان میں سے ہر ایک زندگی کی معاون یا خدمت گار ہے۔اسی بنا پر آرٹ کو ایجاد و اختراع سمجھتا ہوں نہ کہ محض آلہ تفریح شاعرقوم کی زندگی کو آباد بھی کر سکتا ہے اور برباد بھی۔''[۷]

اقبال فنونِ لطیفہ میں جذبے کی گرمی کے قائل ہیں وہ بیان کرتے ہیں

رنگ ہو، خشت و سنگ، جنگ ہو یا حرف وصوت
معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

نقش میں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

اقبال فن کے افادی پہلو کو اہمیت دیتے ہیں ان کے نزدیک ایسا فن جوکسی قوم کی عملی صلاحیتوں کو کمزور کرنے والا ہو اس پر حکومت کی طرف سے پابندی عائد ہونی چاہیے کیونکہ اقبال زندگی کا شاعر ہے اور فن کو زندگی کا خادم قرار دیتے ہیں۔

علم و فن از بیش خیزانِ حیات
علم فن از خانہ زدانِ حیات

۱۔ شاعری

اقبال کی بنیادی خصوصیت چونکہ شاعر ہونا ہےیہی وجہ ہے کہ انہوں نے فن شعر گوئی کے معنوی دائرہ کار پر موثر انداز میں اظہار خیال کیا ہے۔ شاعری اقبال کی نظر میں فنونِ لطفیہ کی ساری اقسام میں لطیف ترین اور حیات افروز فن ہے بشر طیکہ اس میں تخلیق کی گرمی اور عمل کی طرف رغبت کا احساس موجود ہو اقبال کے نزدیک سعدی شیرازی کا فن شعر گوئی کے متعلق جو نظریہ ہے وہ انسانی خودی کو کمزور کرنے کا باعث محض اس لیے رد کر دیا کہ ان کے ہاں فنِ شعر گوئی انسانی خودی کو کمزور کرنے کا باعث ہے۔ کیونکہ فن کی تخلیق کے پس منظر میں اگر زندگی کا نصب العین شامل نہ ہو تو وہ فن اہمیت کا حامل نہیں۔

اقبال عہدِ زوال کی شاعری کی بھی مذمت کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ زوال آمادہ عہد کے شعرا کے فکری پس منظر میں اپنے عہد کی پستی اور شکستگی کا عکس ان کے کلام میں ضرور جھلکتا ہے اور ان کا کلام زندگی کی اعلٰی قدروں اور جذبوں کا ترجمان نہیں ہو سکتا۔قرآن حکیم کی سورۃ الشعرا میں ان شعرا کے کلام کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔اقبال کے شعری نظریات بھی قرآنی تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔

شاعردل نواز بھی بات کہے اگر کھری
ہوتی ہے اس کے فیض سے مزرعِ زندگی ہری
اہلِ زمیں کو نسخۂ زندگی دوام ہے
خونِ جگر سے پرورش پاتی ہے جب سخن وری
(کلیات اقبال اردو ص ۲۳۵)

اقبال کے نزدیک خودی کی تعمیر کے بغیر اعلیٰ فن کی تخلیق ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ جب شاعر منازل خودی کو سمجھ جا تا ہے تو اس کی شاعری منزل تک رسائی پاجاتی ہے تو پھر وہ شاعری شاعری نہیں رہتی پیغمبری سے علاقہ قائم کر لیتی ہے۔

علامہ اقبال نے شاعری کو ایمان و یقین کی روشنی میں دیکھا اور ایمان کی تجدید کو اس کا اولین فرض قرار دیا۔کسی قوم کے تمدن کی تعمیر میں شاعر کوبڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے ۔کیونکہ شاعر ہی اپنی شاعری کے ذریعے قوم کے دل میں اعلٰی صفات پیدا کرتا ہے بعض اوقات ایک شاعر کا خوبصورت اور موثر شعر اہل دنیا کو فائدہ پہنچا دیتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے شاہکار بھی یہ کام سر انجام نہیں دے سکتے ۔اقبال نے ایسی شاعری کو نغمہء جبرئیل اور بانگِ اسرافیل کہاہے:

میں شعر کے اسرار سے محرم نہیں لیکن
یہ نکتہ ہے تاریخِ اُمم جس کی ہے تفصیل

وہ شعر کہ پیغامِ حیاتِ ابدی
نغمۂ جبرئیل ہے یا بانگِ اسرافیل ہے

اقبال کے نزدیک ایک حق گو اور راست باز شاعر دیدہء بینائے قوم ہوتا ہے ۔وہ شعر کے تعمیری و اصلاحی مقاصد پر نظر رکھتا ہے بانگِ درا کی ایک نظم میں اقبال نے شاعر کا مقام یوں متعین کیا ہے۔

محفلِ نظمِ حکومت چہرۂ زیبائے قوم
شاعر رنگین نوا ہے دیدۂ بینائے قوم

مبتلائے درد کوئی عضو ہو تو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

۲۔فن موسیقی

موسیقی کے متعلق اقبال کا خیال ہے کہ یہ زوال پذیر اور انحطاط پذیر قوموں کا مشغلہ ہے اس لیے وہ شمشرِسناں اول اور طاؤس ورباب آخر کی تعلیم دیتے ہیں اقبال کے نزدیک موسیقی کا اگر کوئی پہلو قابلِ قبول ہے تو وہ صرف جو بیداری کا پیغام دے تندو تیز نغمہ ہو اور جب تک نغمے میں معنی کا جلوہ نہ ہو محض الفاظ اپنے اندر کوئی اثر نہیں رکھتے۔

وہ نغمہٗ سردیٔ خونِ غزل سرا کی دلیل
کہ جس کو سن کے تیرا چہرہ تابناک نہیں
نوا کو کرتا ہے ،موجِ نفس سے زہرآلود
وہ نَے نواز کہ جس کا ضمیر پاک نہیں

اقبال کو سرور ِنغمہ اور صوت و آہنگ میں وہ آتش نوائی پسند ہے۔جس میں دل کا سوز ہو اور معنی صرف لہجے کے اتار چڑھاؤ اور نغمے کے زیر و بم پر ہی انحصار نا کرتا ہو بلکہ اہل نظر اور با ذوق بھی ہو۔ پیشہ ور فنکار کے ہاں فن کی اصل روح مرجاتی ہے اقبال کے نزدیک مغنی اگر دل کی رمز سمجھ جائے تو اس کا ہنر کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

آیا کہاں سے نَالۂ نے سرمیں ودِمہ
اصل اس کی نَے نو از کا دل ہے کہ چوبِ نَے
جس روز دل کی رمز مغنی سمجھ گیا
سمجھو تمام مرحلہ ہائے ہنر ہیں طے

۳۔رقص

رقص کے متعلق اقبال کا یہ کہناہے کہ وہ رقص جس میں ناچنے والے کا جسم حرکت میں رہتا ہے اور روح ساکت رہتی ہے وہ پسندیدہ نہیں ۔گویا اقبال رقص بدن کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے ۔اقبال کے نزدیک وہ رقص قابل قبول ہےجس میں رقص کرنے والے کی روح ناچتی ہے اور جسم روح کے تابع ہو کر ناچتا ہے۔یہ رقصِ جان ہے جو انسان جسم میں جوش وسرمستی کی کیفیت پیدا کرتے ہیں اس رقص کو صوفیانہ اصطلاح میں وجد کی کیفیت کا نام دیا گیا ہے۔اس رقص میں موسی کی سی چوٹ کا اثر ہے اس کا نیتجہ وردیشی و شہنشاہی ہے ایسے رقاص وہ درویش ہیں جو شنہشاہوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتے ان کی روح جذبہ ایمانی سے سرشار ہوتی ہے۔
بقول اقبال :

چھوڑ یورپ کے لیے رقصِ بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم الٰہی
صلہٗ اس رقص کا تشنگیِ کام و دھن
صلہ اِس رقص کا درویشی و شہنشاہی

(ضرب کلیم نظم بعنوان رقص و موسیقی ص ۱۱۲)

۴۔مصوری

اقبال مصوری میں بھی تقلید کے سخت مخا لف تھے۔اقبال کے نزدیک ایسا ہنر جو محض نقالی پر مبنی ہو اور جس میں خودی کا احساس نہ ہو اور زندگی کی ترجما نی نہ کرتا ہو وہ ہنر نہیں من کی موت ہے اقبال مصوری میں سوزوسرور اور رحا نیت کا عنصر دیکھنا چاہتے ہیں وہ مصوری میں انسانی شخصیت کی نمود اور تعمیرِ انسانیت کے کسی پیغام کا وجود ضروری سمجھتے ہیں اس لیے وہ مغرب کی تجر ید ی مصوری کو پسند نہیں کرتے ۔مصوری میں انسان کے شائستہ و ارفع جذبات اور احساسات کی صورت گری کو پسند کرتے ہیں۔

خالدہ جمیل خلیفہ عبد الحکیم کا قول نقل کرتی ہیں:

’’اگر کو ئی ہماری مصوری کو دیکھے تو اُس میں ملت کا زاویہ نگاہ اس کی تمنائیں اور آرزوئیں کہیں نظر آتیں۔ اسلامی تہذیب و تمدن میں مصوری کو زیادہ فروغ حاصل نہیں ہو سکا۔ عصرِ حاضر میں یہاںمصوری کی طرف توجہ ہوئی تو زیادہ تر اس میں فرنگ کے سکولوں کی کورانہ تقلید تھی۔ ‘‘(۸)

۵۔فنِ تعمیر

اقبال فنِ تعمیر میں عمارت سازی کو قابل تعریف سمجھتے ہیں اقبال فنونِ لطیفہ شاعری کے علاوہ فنِ تعمیر کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں ایسی عمارت سازی جس کے پیچھے کوئی پیغام ہو جس کی بنیادوں میں عشق کا استحکام ہو جس میں اسلامی روح کی جھلک نظر آتی ہو جس سے مسلمان کی عظمت کا احساس بیدار ہو ۔جو مسلمان کے جاہ و جلال کی آئینہ دار ہو ۔یہی وجہ کہ اقبال جب اندلس میں العمرا محل کو دیکھتے ہیں جو عالیشان عمارت ہے سرخ اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہے وہ تو اس سے متاثر نہیں ہوتے کیونکہ اس کے پیچھے کو ئی بڑا پیغام نہیں ملتا ۔اس کے بر عکس جب اقبال مسجد قرطبہ کو دیکھتے ہیں تو انھیں اس میں قوتِ حیات کے وہ مظاہر نظر آتے ہیں جو اسلامی فنِ تعمیر کے شاندار نمونے ہیں مسجدِ قرطبہ اقبال کے جذبات میں تلاطم پیدا کرتی ہے۔مسجد کی زیارت اقبال کو ایسی رفعتوں تک پہنچا دیتی ہے۔جو انھیں پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئیں۔اقبال کہتے ہیں:

ہے مگر اس نقش میں رنگِ ثباتِ دوام
جس کا کیا ہو کسی مردِ خدا نے تمام
مردِ خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصلِ حیات موت ہے اس پر حرام
بال جبرئیل ص(۷۶)

اسی طرح اقبال جب پیرس کی عالیشان مسجد کو دیکھتے ہیں تو اس سے متاثر نہیں ہوتے۔اس لیے کہ اس کی بنیادوں میں کوئی پُرکشش بات نہیں ۔کیونکہ جب سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے ہوئے ۔تو فرانس نے شام کے علاقے پر قبضہ کیا ۔اور شام کے دارلحکومت پر قبضہ کر کے اس کو تباہ و برباد کر دیا۔لہذا یہ مسلمانوں کے کیسے خیر خواہ ہو سکتے تھے ،پیرس میں حکومت فرانس نے مسلمانوں کی خیر خواہی ثابت کرنے کے لیے ایک عالیشان مسجد تعمیر کروائی ۔لیکن اقبال کے نزدیک اس کی تعمیر کا مقصد محض مسلمانوں کو فریب دینا تھا۔اس لیے پیرس کی مسجد کے حوالے سے اقبال بیان کرتے ہیں:

مری نگاہ کمال ہنر کا کیا دیکھے
کہ حق سے یہ حرمِ مغربی ہے بیگانہ
حرم نہیں ہے فرنگی کرشمہ بازوں نے
تنِ حرم میں چھپا دی ہے روحِ بت خانہ
یہ بت کدہ ان ہی نماز نگروں کی ہے تعمیر
دمشق ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ
ضرب کلیم ص ۸۶

پیر س کی مسجد کے مقابلے میں اقبال کو’’ مسجدِ قوت اسلام‘‘ بہت متاثر کرتی تھی ۔جو ہندو ستان میں فتح دلی کے بعد پہلی مسجد ہے۔جسے قطب الدین ایبک نے تعمیر کروایا اور اس کا ایک

مینار قطب مینار کے نام سے تعمیرات کے شاہکاروں میں شمار ہوتا ہے۔ اقبال قطب الدین ایبک ،شیر شاہ سوری اور شاہجان کی تعمیرات کو عظیم فن قرار دیتے ہیں کیونکہ ان یادگاروں میں انھوں نے ا پنی شخصیت کوظاہر کیا اقبال کے نزدیک یادگارِ فن کے ان نمونوں میں جذبہ عشق کی صداقت موجود ہے جو ان کی تعمیرات کو کمال معیار کے درجے تک پہنچاتی ہے اقبال فن میں تاثیر کے قائل ہیں ۔جو انسان کو زمان و مکاں سے ماورا دنیاؤں کی سیر کرائے جس کو ثبات حاصل ہو۔

اقبال نے ہنروارا ن ہنر کے نام سے ادیبوں شاعروں مصوروں سنگ تراشوں اور موسیقاروں اور دوسرے تمام اہل فن پر تنقید کی ہے۔کہ ان کے تخیل میں عشق کا جوہر نہیں ملتا ۔پڑھنے اور دیکھنے والے کے جذبات مردہ ہو ضاتے ہیں۔گویا وہ موت کا پیغام دیتے ہیں ۔ان کے فن پاروں میں افسردگی پائی جاتی ہے اور زندگی کی جھلک نظر نہیں آتی ۔یہ فنون انسانیت کے اعلٰی جذبات کے بجائے حیوانی اور سفلی جذبات کو ابھارتے ہیں ان کے فن پاروں میں اور فن میں عورت اور اس سے متعلق سفلی جذبات کا ذکر ملتا ہے۔یہاں کا شاعر و ادیب عورت کا کلمہ پڑھتا ہے۔معنی اس کے گیت گاتا ہے۔مصور اس کی نقش گری کرتا ہے۔چنانچہ ایسے فن پر تنقید کرتے ہیں۔

موت کی نقش گری ان کے صنم خا نوں میں
زندگی سے ہنران برہمنوں کا بیزار
ہند کے شاعرو ، صورت گرو،افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

اقبال کے ہاں فنونِ لطیفہ کے حوالے سے واضح تصورات ملتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک ایسا فن جو انسانی زندگی اور معاشرے سے متعلق نہ ہو تو وہ فن بے سود ہے۔ فن کے لیے لازم ہے کہ وہ ذہنِ انسانی میں ابدی زندگی کے حصول کی لگن پیدا کرے اور انسان کے اندر زندگی کے امتحان کا مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کرے اورتلاش و جستجو کا جذبہ اجاگر کرے اور انسانی عظمت کو فروغ دے۔

حوالہ جات

۱۔ بتاریخ ۶مئی ،۲۰۱۸،بروز اتوار،بوقت ۱۰:۳۰
https://www.urduweb.org/mehfil/threads/?فنونِ لطیفہ
۲۔ خالدہ جمیل ،مباحثِ اقبال ،بحوالہ ،فرمان فتح پوری ،ڈاکٹر ،اقبال سب کے لیے ، کراچی :اردو اکیڈمی ،۱۹۷۸،ص ۲۱۷
۳۔ بتاریخ ۶مئی ،۲۰۱۸،بروز اتوار،بوقت ۱۰:۴۵
https://www.express.pk/story/259418/
۴۔ بتاریخ ۶مئی ،۲۰۱۸،بروز اتوار،بوقت ۱۰:۵۰
https://www.express.pk/story/259418/
۵۔ افتخار احمد صدیقی ،ڈاکٹر ،فروغ اقبال ، لاہور :اقبال اکادمی ،۱۹۹۶ ، ص ۱۷۳
۶۔ وقار عظیم ،سید، اقبال ، شاعر اور فلسفی، لاہور اقبال اکادمی ،پاکستان طبع سوم، ۱۹۹۷
۷۔ عبد الوحد معینی ،سید،محمد عبداللہ ،قریشی ، مقالات اقبال، لاہور آئینہ ادب ،۱۹۹۸